بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْاَطْعِمَةِ

کھانے کے آداب واقسام کا بیان

۱۳۲۴:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ,فَأَكْلُهُ حَرَامٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الصيد و الذ بائح، باب تحريم اكل كل ذى ناب من السباع: ۱۹۳۳، الترمذى: ۱۵۲۰ - ۱۵۲۳، النسائى: ۷/۲۰۰، ابن ماجة: ۳۲۳۳، احمد: ۲/۲۳۶، ابن حبان: ۵۲۷۹، البخارى: ۵۵۳۰، عبدالرزاق: ۸۷۰۴، ابو داؤد: ۳۸۰۲

۱۳۲۴:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "درندوں میں سے ہر کچلی والے کا کھانا حرام ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **الاطعمة:** یہ طعام کی جمع قلت ہے لیکن جمع قلت جب معرف باللام ہوتی ہے تو عموماً کثرت کا فائدہ دیتی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے جمع کا صیغہ استعمال کر کے یہ واضح کیا ہے کہ جن اشیا کا کھانا حلال ہے وہ مختلف نوعیت کی ہیں۔ **نـــاب:** اس سے مراد وہ تیز نوکدار دانت ہیں جو رباعیہ کے ساتھ متصل ہوتے ہیں، اردو زبان میں ان دانتوں کو کچلیاں کہا جاتا ہے۔ **السباع:** سین مکسور اور با مفتوح، یہ **سبع** کی جمع ہے، اس سے مراد وہ جانور ہیں جو چیر پھاڑ کرتے ہیں مثلاً کتا، بھیڑیا وغیرہ۔

تشریح: علامہ ابن اثیر نہایة میں لکھتے ہیں، ہر کچلی والے درندے کا کھانا حرام ہے، درندہ اس جانور کو کہتے ہیں جو مخالف جنس کے جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھا جائے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہر وہ جانور درندہ ہے جو گوشت خور ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک درندہ وہ ہے جو انسانوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ امام شعبی اور امام سعید بن جبیر کے نزدیک درندوں کا گوشت بھی حلال ہے، وہ اپنے مؤقف کی تائید میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۴ سے استدلال کرتے ہیں۔ امام شعبی اور امام سعید بن جبیر کا شمار اگرچہ نامور علما میں ہوتا ہے تاہم اس مسئلہ میں ان سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ جس آیت سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ آیت مکی ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی زیر مطالعہ حدیث مدنی ہے۔ اسی مفہوم کی حدیث ابو ثعلبہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ہر کچلی والا درندہ حرام ہے۔ (۲) سنت قرآن حکیم کے کسی بھی حکم کو منسوخ کر سکتی ہے۔

۱۳۲۵:وَأَخْرَجَهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما بِلَفْظٍ نَهَى وَزَادَ " وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ"

مسلم، كتاب الصيد، باب تحريم اكل كل ذى ناب من السباع: ۱۹۳۴، ابو داود: ۳۸۰۳، ۳۸۰۵، النسائى: ۷/۲۰۶، ابن ماجة: ۳۲۳۴، احمد: ۱/۲۴۴، ۲۸۹، ابن الجارود: ۸۹۲، البيهقى: ۹/۳۱۵، ۳۱۶، ابن حبان: ۵۲۸۰

۱۳۲۵: امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور یہ الفاظ مزید روایت کئے ہیں "پنجہ سے شکار کرنے والے پرندے کا کھانا ممنوع ہے۔"

لغوی تحقیق: **نهـــى:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلی والے درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ **ذی مخلب:** میم مکسور، خا ساکن اور لام مفتوح، پنجہ کے ذریعے خوراک حاصل کرنے والا پرندہ۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ پنجہ سے شکار کرنے والا ہر پرندہ حرام ہے۔حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایسے پرندوں کی حرمت کا حکم رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مکمل روایت اس طرح ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا۔جمہور کا فتوی اس حدیث کے موافق ہے،لیکن امام مالک کے نزدیک پرندوں میں فقط چیل اور گدھ حرام ہیں،دیگر شکار کرنے والے پرندے حرام نہیں بلکہ مکروہ ہیں۔امام موصوف کا یہ فتوی درست نہیں ہے۔

فقہی احکام: پنجہ سے شکار کرنے والے پرندے حرام ہیں۔

١٣٢٦:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ اَلْحُمُرِ اَلْأَهْلِيَّةِ ,وَاَذِنَ فِي لُحُومِ اَلْخَيْلِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظِ اَلْبُخَارِيِّ، وَرَخَّصَ.

البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر: ۴۲۱۹، مسلم: ۱۹۴۱، ابوداود: ۳۷۸۸، النسائی: ۷/۲۰۱، احمد: ۳/۳۶۱، ۳۸۵، الدارمی: ۱۹۹۳، ابن الجارود: ۸۸۵، البیھقی: ۹/۳۲۶، ۳۲۷

١٣٢٦:حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت عنایت فرمائی۔(بخاری ومسلم) بخاری میں یہ لفظ ہے کہ آپ ﷺ نے رخصت دی۔

لغوی تحقیق: الحمر: یہ حمار کی جمع ہے یعنی گدھے۔اس کی خوبیاں اور معائب ضرب المثل ہیں،اس کی خوبیوں میں دو خوبیاں نہایت مستحسن ہیں (۱) یہ جس راستے سے ایک دفعہ گزر جائے وہ راستہ کبھی نہیں بھولتا۔(۲) اس کی قوت سماعت بہت تیز ہے۔ان مثالی خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ ہٹ دھرم بھی ہے،اس کا یہ عیب اس کی تمام خوبیوں پر حاوی ہے۔ الخیل: یہ اسم جمع ہے اور اس کی جمع اخیال اور خیول آتی ہے ،اس کی چال میں چونکہ تکبر اور غرور ہوتا ہے،یہی تکبر وغرور اس کے نام کی وجہ تسمیہ ہے،کہا جاتا ہے کہ گھوڑے پر سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سواری کی تھی۔اس قول میں کہاں تک صداقت ہے؟ یہ معلوم کرنا مشکل ہے،لیکن یہ بات ضرور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس پر سواری کی تھی۔جنگ میں چونکہ فخر کا اظہار جائز ہے اس لیے جہاد کیلئے گھوڑوں کو تیار رکھنا اور ان پر سواری کرنا مستحسن ہے۔

تشریح: اس حدیث کو امام ابوداؤد،امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے،گدھے کے گوشت کی حرمت اور گھوڑے کے گوشت کی حلت کے بارے میں دیگر صحابہ سے بھی صحیح احادیث منقول ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ گدھے کے گوشت کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔گدھے کے گوشت کے حرام ہونے کی علت حدیث میں اس کا نجس ہونا ہے۔گدھے کا گوشت اگرچہ نجس ہے لیکن اس کا پسینہ نجس نہیں ہے۔اس حدیث سے جہاں پالتو گدھے کی حرمت واضح ہوئی،وہاں گھوڑے کے گوشت کی حلت بھی واضح ہوئی۔امام شافعی،امام احمد، امام محمد اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک بھی گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔جس حدیث میں گھوڑے کے گوشت کی ممانعت کی علت اس کا ذی ناب ہونا مذکور ہے وہ حدیث ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) گدھی کا گوشت اور دودھ ناپاک اور حرام ہے۔

(۲) اس کا پسینا پاک ہے اور اس پر سواری کرنا جائز ہے۔(۳) گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔

١٣٢٧:وَعَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ,نَأْكُلُ اَلْجَرَادَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الذبائح و الصید،باب اکل الجراد: ۵۴۹۵، مسلم: ۱۹۵۲، ابوداود: ۳۸۱۲، ۳۸۱۳،الترمذی: ۱۸۹۷، ۱۸۹۸،

النسائی: ۷/۲۱۰، احمد: ۳۸۰/۴، الدارمی: ۲۰۱۰، ابن ماجۃ: ۳۲۱۸، ۳۲۲۰

۱۳۲۷: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، اس دوران ہم نے ٹڈی دل (بھی) کھائی۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **الجراد**: جیم اور راء مفتوح، یعنی ٹڈی دل، اس کا واحد جرادۃ ہے، اس کا اطلاق مذکر و مؤنث ہر دو پر ہوتا ہے۔ یہ جرد سے ماخوذ ہے۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس مقام پر وارد ہوتی ہے اسے سبزہ سے محروم کر دیتی ہے۔

تشریح: صاحب **حیاۃ الحیوان** کا کہنا ہے کہ ٹڈی کی مختلف اقسام ہیں، بعض چھوٹی اور بعض بڑی ہیں، کچھ کا رنگ سرخ، کچھ کا زرد اور بعض کا سفید بھی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ جب یہ کم عمر ہوتی ہے اس وقت اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور جوان ہونے کے بعد اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ **المعجم الاوسط** میں ہے کہ مچھلی کی ایک قسم ایسی ہے کہ جب وہ چھینک مارتی ہے تو چھینک کے ذریعے اس کے انڈے خارج ہوتے ہیں، پھر ان انڈوں سے یہ ٹڈی جنم لیتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ دو مرداروں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے دو خونوں سے مراد تلی اور جگر ہے۔ ٹڈی کی حلت میں اگرچہ تمام صحابہ، ازواج مطہرات اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے تاہم رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کا کھانا صراحتاً ثابت نہیں، بلکہ نہ کھانے کے بارے میں صراحتاً مذکور ہے۔

فقہی احکام: ٹڈی حلال ہے، اسے سفر اور حضر میں کھایا جا سکتا ہے۔

۱۳۲۸: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْأَرْنَبِ قَالَ فَذَبَحَهَا ,فَبَعَثَ بِوَرِكِهَا إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فَقَبِلَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الارنب: ۵۵۳۵، مسلم: ۱۹۵۳، ابوداود: ۳۷۹۲، الترمذی: ۱۸۶۵، النسائی: ۷/۱۹۷، ابن ماجۃ: ۳۲۴۳، البیہقی: ۳۲۱/۹

۱۳۲۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے قصہ کی بات منقول ہے کہ (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے) خرگوش ذبح کیا اور اس کی ران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی، آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **ارنب**: ہمزہ مفتوح اور راء ساکن، خرگوش۔ صاحب **حیاۃ الحیوان** اس کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ اس کی جمع ارانب آتی ہے، اس کے ہاتھ چھوٹے اور ٹانگیں طویل ہوتی ہیں، مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے یہی نام مستعمل ہے۔ **ورکھا**: واؤ کو مفتوح پڑھنا فصیح اور مکسور پڑھنا جائز ہے، ران۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم **مر الظہران** میں تھے، میں نے وہاں خرگوش شکار کر لیا اور اسے لے کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کر کے اس کی ایک ٹانگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجی، آپ ﷺ نے اسے قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں خرگوش کا گوشت پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے نہ تو اسے کھایا اور نہ اس کا کھانا ممنوع قرار دیا۔ صحیح بخاری کی وہ روایت جس میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے خرگوش کا گوشت قبول کیا اور کھایا، وہ صحت میں نہ کھانے والی روایت سے زیادہ قوی ہے، بنابریں اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

فقہی احکام: خرگوش حلال ہے۔

۱۳۲۹: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ اَلدَّوَابِّ اَلنَّمْلَةِ ,وَالنَّحْلَةِ ,وَالْهُدْهُدِ ,وَالصُّرَدِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الادب، باب فی قتل الذر: ۵۲۶۷، احمد: ۱/۳۳۲، ابن حبان: ۵۶۴۶، البیہقی: ۹/۳۱۷، ابن ماجۃ: ۳۲۲۴

۱۳۲۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چار قسم کے جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد۔ (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الدواب** : یہ **دابة** کی جمع ہے، صاحب **مصباح** کا کہنا ہے کہ زمین میں پائے جانے والے تمام جانوروں کو دابہ کہا جاتا ہے مگر بعض اہل زبان کا خیال ہے کہ پرندے دابۃ میں شامل نہیں۔ **النملة**: اس کی جمع **نمل** اور **انمال** استعمال ہوتی ہے۔ اس کے بہت زیادہ متحرک رہنے کی وجہ سے اسے اس نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مختلف اقسام ہیں، ہر قسم ایک ساتھ ایک بل میں رہتی ہے۔ یہ موسم گرما میں موسم سرما کیلئے خوراک ذخیرہ کر لیتی ہے۔ اردو زبان میں چھوٹی اقسام کو چیونٹی اور بڑی اقسام کو چیونٹا کہا جاتا ہے۔ **النحلة** : نون مفتوح اور حاء ساکن، شہد کی مکھی۔ **الهدهد** : اس کی چونچ طویل اور سر پر تاج ہوتا ہے، اردو زبان میں بھی اس پرندے کو ہدہد ہی کہا جاتا ہے۔ **الصرد** : صاد مضموم اور راء مفتوح، یہ چڑیا سے قدرے بڑا ہوتا ہے، اس کی خوراک حشرات الارض ہے، لیکن یہ چڑیا بھی شکار کر لیتا ہے، اس کا پیٹ سفید، کمر سبز اور سر بڑا ہوتا ہے

تشریح: امام بیہقی اور علامہ ابن دقیق العید نے اس روایت کے رجال کو رجال صحیح قرار دیا ہے۔ امام بیہقی کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ اس روایت سے تو اگرچہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ چار اقسام کا قتل مطلق ممنوع ہے، لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انبیاء میں سے کسی ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور وہاں اسے ایک چیونٹی نے کاٹ لیا اور اس نبی نے اس بل کی تمام چیونٹیوں کو جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ جلا دی گئیں، اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ آپ نے فقط اس ایک چیونٹی کو سزا دینے پر اکتفا کیوں نہ کیا۔" اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ چیونٹی کو مطلق قتل کرنا ممنوع نہیں۔

فقہی احکام: مذکورہ بالا چاروں قسم کے جانوروں کا کھانا حرام ہے۔

۱۳۳۰: وَعَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرٍ اَلضَّبُعُ صَيْدٌ هِيَ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ قَالَهُ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ اَلْبُخَارِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی اکل الضبع: ۳۸۰۱، الترمذی: ۸۵۹، ۱۸۶۷، النسائی: ۵/۱۹۱، ابن ماجۃ: ۳۰۸۵، ۳۲۳۶، احمد: ۳/۲۹۷، ۳۱۸، ۳۲۲، ابن الجارود: ۴۳۸، ابن حبان: ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، الحاکم: ۱/۴۵۲

۱۳۳۰: حضرت ابن ابی عمار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بجو شکار ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہا ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، امام بخاری اور امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الضبع**: ضاد مشدد مفتوح اور باء ساکن، باء کو مضموم پڑھنا بھی درست ہے، یعنی بجو۔ یہ لفظ عموماً مؤنث استعمال ہوتا ہے، لیکن اس کا اطلاق کبھی مذکر پر بھی ہوتا ہے۔ دمیری نے مذکر لفظ 'ضبعان' ذکر کیا ہے اور اس کی مؤنث کو 'ضبعانة' کہتے ہیں، ان کی خوراک چوہے ہیں۔

تشریح: امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔ بجو کی حلت وحرمت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں جو اہل علم اس کی حرمت کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کچلی والے تمام درندوں کو حرام قرار دیا ہے، بجو بھی کچلی والا درندہ ہے۔ مذکورہ حدیث اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن اس سے اس حدیث کے خلاف استدلال درست نہیں کیونکہ وہ حدیث عام ہے اور یہ خاص ہے۔ عام کو خاص کے معارض قرار دینا درست نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: بجو حلال ہے۔

۱۳۳۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقُنْفُذِ ,فَقَالَ ﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ﴾الآية. فَقَالَ شَيْخٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ "خَبِيْثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ

ابوداود، كتاب الاطعمة، باب في اكل حشرات الارض: ۳۷۹۹، احمد: ۳۸۱/۲ (۸۹۶۳)، البيهقي: ۳۲۶/۹

۱۳۳۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے خار پشت چوہے کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا ﴿(اے نبی ﷺ!) فرما دیجئے جو میری طرف وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔﴾ ان کے پاس ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:" خبیث جانوروں میں سے ایک جانور ہے۔" اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: القنفذ: قاف مضموم، نون ساکن اور فاء مضموم، خاردار پشت چوہا۔ یعنی وہ چوہا جس کی پشت پر تیز خار ہوتے ہیں، یہ جب خطرہ محسوس کرتا ہے تو کانٹوں کو پھیلا دیتا ہے اور سکڑ کر گیند کی مثل ہو جاتا ہے۔ اس کی خوراک آلو، بھٹہ، چھوٹے چھوٹے پودوں کی جڑیں اور حشرات الارض ہیں۔ یہ بچے دیتا ہے، اس کی چھوٹی قسم کو خار پشت چوہا اور بڑی قسم کو سیہ یا خار پشت کہتے ہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو چونکہ اس کی بابت کوئی حدیث معلوم نہ تھی، اس لیے انہوں نے سورۃ الانعام کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اسے حلال قرار دیا۔ اس روایت کا مرکزی راوی عیسیٰ بن نمیلہ ہے، موصوف یہ روایت اپنے والد نمیلہ سے نقل کرتا ہے، عیسیٰ ضعیف ہے اور اس کا باپ نمیلہ مجہول ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ قنفذ کے بارے میں چونکہ کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اس لیے جن علما نے اس کو حلال کہا ہے ان کا موقف راجح ہے کیونکہ ہر جانور کے کھانے میں اباحت ہے جب تک اس کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، لیکن ہر حلال چیز کو کھانا لازم نہیں۔

۱۳۳۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا. أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيُّ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، كتاب الاطعمة، باب النهي عن اكل الجلالة: ۳۷۸۵ـ ۳۷۸۷، الترمذی: ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ابن ماجة: ۳۱۸۹، احمد: ۲۱۹/۲، (۷۰۶۰) الحاكم: ۳۴/۲، البيهقي: ۳۳۲/۹، الدارقطني: ۲۸۳/۴، المعجم الاوسط: ۶۲۲

۱۳۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔ (اسے نسائی کے علاوہ چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جو جانور کثرت سے گندگی خور ہیں اس کا گوشت اور دودھ ممنوع ہے، اگرچہ وہ جانور فی نفسہٖ حلال ہی کیوں نہ ہو، یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری وغیرہ اگر کثرت سے گندگی کھانا شروع کر دیں تو ان کا گوشت اور دودھ ممنوع ہو جائے گا۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے تو زیادہ قوی نہیں لیکن بعض دیگر روایات اس کی مؤید ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ایک دوسرے طریق سے منقول ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ وہ گندگی کھانے والے اونٹ پر سوار ہونے، اس کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ استعمال کرنے سے منع کرتے تھے۔

اسی مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گندگی خور جانور کا گوشت کھانے اور اس پر سواری کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا تب درست ہو گا جب اسے چالیس روز تک باندھ کر چارہ دیا جائے۔ حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ایسے جانور کو تین دن تک باندھ کر رکھا جائے۔

فقہی احکام: گندگی خور جانور کا گوشت کھانا اس کا دودھ پینا اور اس پر سواری کرنا ممنوع ہے۔

۱۳۳۳:وَعَنْ أَبِی قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ فِی قِصَّةِ اَلْحِمَارِ اَلْوَحْشِیِّ فَأَكَلَ مِنْهُ اَلنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تنبیہ: اس حدیث کی تشریح وتخریج حدیث نمبر ۱۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۳۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے جنگلی گدھے سے متعلق مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گوشت کھایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۱۳۳۴:وَعَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ أَبِی بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَساً ,فَأَكَلْنَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب النحر والذبح: ۵۵۱۰، مسلم: ۱۹۴۲، النسائی: ۲۲۷/۷ ، ۲۳۱، ابن ماجة: ۳۱۹۰، احمد: ۳۴۵/۶ ، ۳۴۶ ، ۳۵۳، ابن حبان: ۵۲۷۱، عبدالرزاق: ۸۷۳۱، الشافعی: ۱۷۲/۲، الدارمی: ۸۷/۲، ابن ابی شیبة: ۲۵۵/۸ ، ۲۵۶، ابن الجارود: ۸۸۶، الدارقطنی: ۲۹۰/۴، البیهقی: ۳۲۷/۹

۱۳۳۴: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نے عہد نبی میں گھوڑا ذبح کر کے کھایا۔ (بخاری ومسلم)

۱۳۳۵:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أُكِلَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاطعمة، باب فی الخبز المرقق: ۵۳۸۹ ، ۵۳۹۱، مسلم: ۱۹۴۶ ، ۱۹۴۷، ابوداود: ۳۷۹۳، النسائی: ۱۹۸/۷ ، ۱۹۹ (۴۳۱۸)، احمد: ۲۵۵/۱

تنبیہ: صاحب منجد اور دمیری نے ضب کا جو تعارف کروایا ہے وہ درست نہیں۔

۱۳۳۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر سانڈا کھایا گیا۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الضب: ضاد مفتوح اور باء مشدد، اس کی جمع ضباب اور اضب آتی ہے۔ **المعجم الوسیط** میں اس کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے کہ اس جانور کی جلد سخت اور کھردری، دم چوڑی اور گرہ دار ہوتی ہے۔ ابـن خـالـویة کا کہنا ہے کہ یہ پانی نہیں پیتا، اس کی عمر سات سال ہوتی ہے۔ موسوعہ میں ہے کہ یہ گھاس کھاتا ہے اور بہت تیز چلتا ہے۔ اردو میں اس جانور کو سانڈا کہتے ہیں، اہل عرب اس کو بہت شوق سے کھاتے ہیں کیونکہ یہ قوت باہ پیدا کرتا ہے، لیکن اس کے تیل کے خواص کے بارے طب کی معروف کتب میں کچھ مذکور نہیں۔

تشریح: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میمونہ کے گھر آئے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھنا ہوا سانڈا بھیجا، وہی بھنا ہوا سانڈا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے تناول فرمانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو وہاں بیٹھی ہوئی ایک خاتون نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو کہ یہ کس چیز کا گوشت ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سانڈے کا گوشت ہے۔ یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، لیکن یہ میری قوم کی زمین میں نہیں پایا جاتا۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

فقہی احکام: سانڈے کا گوشت اور تیل وغیرہ حلال ہے۔

۱۳۳۶:وَعَنْ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ اَلْقُرَشِیِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ طَبِيباً سَأَلَ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الضِّفْدَعِ يَجْعَلُهَا فِی دَوَاءٍ ,فَنَهَى عَنْ قَتْلِهَا. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ .

ابوداود، کتاب الطب، باب فی الادویة المکروهة: ۳۸۷۱، النسائی: ۲۱۰/۷، احمد: ۴۵۳/۳ ، ۴۹۹، الحاکم: ۴۱۰/۴ ، ۴۱۱،

البیھقی: ۹/۲۵۸، عبدالرزاق: ۸۴۱۸، المعجم الاوسط: ۳۷۲۸، ابن ابی شیبة، کتاب الطب، باب فی الضفدع یتد وی بلحمه: ۵/۴۶۴

تنبیہ: (۱) راقم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو حوالے سے جو شاہد روایت نقل کی ہے، مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت ؛زرارة عن ابن ابی نعیم عن عبدالله بن عمر ؛ ہے اور المعجم الاوسط میں یہ روایت ؛قتادہ عن زرارة عن عبدالله بن عمرو ؛ ہے۔ ابن ابی شیبہ میں ؛شعبه عن زرارة عن ابی الحکم البجلی عن عبدالله بن عمرو ہے۔ (۲) صاحب توضح الاحکام نے یہ روایت عبداللہ بن عمر کے حوالے سے درج کی ہے۔ جناب الاعظمی صاحب نے تعلیق عبدالرزاق میں عبداللہ بن عمرو کو راجح ہونے کا عندیہ دیا ہے۔ (۳) بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں ؛اخرجه ابو داؤد و النسائی ؛ مذکور ہے۔

۱۳۳۶: **حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان قرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مینڈک کو دوا میں استعمال کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک مارنے سے منع فرمادیا۔ (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)**

لغوی تحقیق: الضفدع: ضاد مکسور اور فاء ساکن، مینڈک۔

تشریح: مینڈک مارنے سے متعلق جتنی بھی روایات منقول ہیں ان سب میں یہی روایت قوی ہے۔ اس کی ایک شاہد روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مینڈک کو مت قتل کرو، کیونکہ اس کی آواز تسبیح ہے۔" اس حدیث کو امام بیہقی نے حسن اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔ بعض سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ مینڈک دھان کی فصل خراب کرنے والے جراثیم کھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے دھان کی فصل بہتر پیداوار دیتی ہے۔ دمیری کا کہنا ہے کہ مینڈک کا گوشت کھانے سے خونی پیچش آنے شروع ہو جاتے ہیں، رنگت تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔

فقہی احکام: مینڈک حرام ہے، اسے مارنا یا دوا میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔

۲۔ بَابُ الصَّيْدِ وَ الذَّبَائِحِ — شکار اور ذبح کے مسائل

۱۳۳۷: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنِ اتَّخَذَ كَلْباً ,إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ ,أَوْ صَيْدٍ ,أَوْ زَرْعٍ ,انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

البخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب اقتناء الکلب للحرث: ۲۳۲۲، مسلم: ۱۵۷۵، ابوداود: ۲۸۴۴، الترمذی: ۱۵۳۳، النسائی: ۷/۱۸۸، ۱۸۹، ابن ماجة: ۳۲۰۴، احمد: ۲/۲۶۷، المعجم الاوسط: ۱۵۶۹، ۲۸۰۸، ۸۵۲۸

۱۳۳۷: **حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے مویشیوں کی حفاظت، شکار کرنے یا زراعت کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ کتا رکھا، اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم کر دیا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)**

لغوی تحقیق: الصید: یہ مصدر ہے لیکن بمعنی مفعول مستعمل ہے، یعنی شکار۔ الماشیة: اس کا اکثر اطلاق بھیڑ، بکریوں کیلئے ہوتا ہے لیکن اونٹ اور گائے کیلئے بھی مستعمل ہے۔ القیراط: یہ اوزان کے پیمانوں میں سے ایک پیمانہ ہے، مختلف ادوار میں اس کا وزن مختلف رہا ہے، یہاں اس سے مراد کتنا وزن ہے؟ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ الکلب: دمیری کا کہنا ہے کہ کتے کا شمار نہ تو مکمل طور پر درندوں میں ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ درندہ ہوتا تو انسانوں سے مانوس نہ ہوتا اور نہ اس کا شمار بہائم میں ہے کیونکہ اگر یہ بہائم میں ہوتا تو گوشت نہ کھاتا۔

تشریح: اس مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں، قطع نظر اس کے کتا درندہ ہے یا نہیں، لیکن یہ ایک نہایت ناپاک جانور ہے جس برتن میں یہ منہ ڈال دے وہ برتن مٹی سے صاف کرنے اور سات بار سے کم دھونے سے پاک نہیں ہوتا۔

نیز اس کے لعاب میں ایسے خطرناک جراثیم پائے جاتے ہیں جو انسانوں کے بدن میں داخل ہو کر بہت سے امراض پیدا کر دیتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) شوقیہ کتا پالنا سخت ممنوع ہے۔(۲) جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔(۳) اس کے ثواب سے ایک قیراط روز کم کر دیا جاتا ہے۔(۴) مویشی اور کھیتی کی دیکھ بھال کیلئے کتا رکھا جا سکتا ہے۔(۵) شکار کیلئے بھی کتا رکھا جا سکتا ہے۔

۱۳۳۸: وَعَنْ عَدِيِّ بنِ حَاتِمٍ ﷺ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ,فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ ,وَإِنْ أَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يُؤْكَلْ مِنْهُ فَكُلْهُ ,وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَ فَلا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهُمَا قَتَلَهُ ,وَإِنْ رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ,فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْماً ,فَلَمْ تَجِدْ فِيهِ إِلَّا أَثَرَ سَهْمِكَ ,فَكُلْ إِنْ شِئْتَ ,وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقاً فِي الْمَاءِ ,فَلا تَأْكُلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الصید: ۵۴۷۵۔۵۴۷۷، مسلم: ۱۹۲۹، ابوداود: ۲۸۴۷، ۲۸۵۱، الترمذی: ۱۵۰۵، ۱۵۰۷، ۱۵۱۲، النسائی: ۷/۱۷۹، ۱۸۰، ابن ماجة: ۳۲۱۵، احمد: ۲۵۶/۴، ابن الجارود: ۹۱۴، ۹۱۵، البیهقی: ۲۳۵/۹، ۲۳۷/۹

۱۳۳۸: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنا کتا شکار کیلئے چھوڑو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑو، اگر وہ تمہارے لیے شکار کو روک لے اور تم شکار زندہ پکڑ لو تو شکار کو ذبح کر لو۔ اگر آپ کے پکڑنے سے پہلے شکار مر جائے لیکن اس نے شکار کو کھایا نہ ہو تو شکار کھا لو، اور اگر تمہارے چھوڑے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا مل جائے اور شکار مر جائے تو پھر اسے مت کھاؤ، کیونکہ معلوم نہیں کہ اسے کس کتے نے شکار کیا ہے اور اگر تم تیر پھینکو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر پھینکو اور اگر شکار ایک دن تک غائب رہے پھر تجھے اس میں تیرے تیر کے نشان کے علاوہ کوئی اور نشان نظر نہ آئے تو تم اسے کھانا چاہو تو کھا سکتے ہو۔ اگر تم شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو پھر مت کھاؤ۔" بخاری و مسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں شکار کرنے کے زریں اصول بیان کئے گئے ہیں (۱) کتے کو شکار کرنے کی تعلیم اس طرح دی گئی ہو کہ جب اسے چھوڑا جائے تو وہ شکار کا پیچھا کرنے لگے، جب اسے ڈانٹ پلائی جائے تو رُک جائے، جب شکار پکڑ لے تو اپنے مالک کیلئے روک لے۔ (۲) اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا جائے۔(۳) اگر شکار زندہ ہاتھ آ جائے تو اسے ذبح کر لیا جائے۔(۴) اگر ہاتھ میں آنے سے قبل مر جائے بشرطیکہ کتے نے اسے کھانے کیلئے چیر پھاڑ نہ کیا ہو تو اسے کھایا جا سکتا ہے۔(۵) تیر چلاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔(۶) شکار اسی روز یا ایک روز بعد تک مل جائے اور اس میں اس تیر کے نشان کے علاوہ کوئی اور نشان نہ ہو تو اس تیر کے نشان کو ہی ذبح تصور کرتے ہوئے اسے کھا لیا جائے بشرطیکہ طبیعت کھانے پر راغب ہو۔(۷) اگر تیر سے زخمی جانور پانی میں جا گرے اور ڈوب کر مر جائے تو اسے مردہ تصور کیا جائے۔

۱۳۳۹: وَعَنْ عَدِيٍّ ﷺ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ "إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ ,وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ ,فَقَتَلَ ,فَإِنَّهُ وَقِيذٌ ,فَلا تَأْكُلْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج سابقہ حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ: یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی انھیں الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

۱۳۳۹: حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شکار کی بابت سوال کیا جس کو تیز دھار لکڑی سے مارا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ دھار کی جانب سے شکار ہوا تو کھا لے اور اگر چوڑائی کی جانب سے مارا جائے تو مت کھاؤ کیونکہ وہ چوٹ سے مرا ہوا ہے۔" (البخاری)

لغوی تحقیق: المعراض: میم مکسور اور عین ساکن، ایسی لاٹھی جس کی ایک جانب تیز ہو۔ حده: تیز دھار۔ عرضه: عین مفتوح اور راء ساکن، چوڑائی کی جانب والا حصہ۔ وقیذ: چوٹ سے مرا ہوا۔

فقہی احکام: کند تیز، لاٹھی اور گولی سے شکار مر جائے تو وہ حرام ہے، تیز دھار تیر کو اگر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا ہو اور اس سے شکار مر جائے تو اسے ذبح تصور کیا جائے گا۔

۱۳۴۰: وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ" إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَأَدْرَكْتَهُ فَكُلْهُ ,مَا لَمْ يُنْتِنْ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الصید و الذ بائح، باب اذا غاب عنه الصید ثم وجده: ۱۹۳۱، ابو داود: ۲۸۶۱، النسائی: ۷/۱۹۳، احمد: ۴/۱۹۴

۱۳۴۰: حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنا تیر پھینکو اور تمہارا شکار تم سے غائب ہو جائے پھر تم اسے پالو تو کھالو بشرطیکہ اس میں بدبو پیدا نہ ہوئی ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: لم ینتن: علامت مضارع کو مضموم اور مفتوح دونوں طرح پڑھنا درست ہے اور تاء مکسور ہے، اس میں بدبو پیدا نہ ہوئی ہو۔

فقہی احکام: ماکولات و مشروبات میں اگر تعفن پیدا ہو جائے تو ان کا کھانا ممنوع ہے۔

۱۳۴۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ قَوْماً يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ ,لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ " سَمُّوا اللَّهَ عَلَيْهِ أَنْتُمْ ,وَكُلُوهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

بخاری، کتاب الذ بائح و الصید، باب ذبیحة الاعراب......: ۵۵۰۷، ابو داود: ۲۸۲۹، النسائی: ۷/۲۳۷، ابن ماجة: ۳۱۷۴، ابن الجارود: ۸۸۱، البیهقی: ۹/۲۳۹

۱۳۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ گوشت لیکر آتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بسم اللہ پڑھ کر کھالو۔" (بخاری)

فقہی احکام: (۱) شک سے اجتناب کرنا چاہیے اور ہر چیز کو کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ (۲) مسلمان اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ تب بھی حلال ہے۔ (۳) عمداً بسم اللہ چھوڑنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں۔

۱۳۴۲: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ ,وَقَالَ "إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا ,وَلَا تَنْكَأُ عَدُوًّا ,وَلَكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ ,وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الذ بائح والصید، باب الخذ ف و البند قة: ۵۴۷۹، مسلم: ۱۹۵۴، النسائی: ۸/۴۷، ۲۳۹، ابن ماجة: ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، احمد: ۵/۵۴، ابن حبان: ۵۹۴۹، الد ارمی: ۱/۱۱۷، الطیالسی: ۹۱۴، ۹۱۹، الحاکم: ۴/۲۸۳، المعجم الاوسط: ۳۳۸۱، ۵۸۳۳، ۲۰۷۴

۱۳۴۲: حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے روکا اور فرمایا: "یہ کنکری نہ تو شکار کر سکتی ہے اور نہ دشمن کو بھگا سکتی ہے، لیکن یہ دانت توڑ سکتی ہے آنکھ پھوڑ سکتی ہے۔" (بخاری و مسلم اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: الخذف: خاء مفتوح اور ذال ساکن، دو انگلیوں یا انگشت شہادت اور انگوٹھے کے مابین کنکری رکھ کر پھینکنا۔ انها "ها" کا مرجع ؛الخذف؛ ہے، ضمیر مؤنث اس لیے لائی گئی ہے کہ ؛الخذف؛ نام ہے کنکری مارنے کے عمل کا اور کنکری کو عربی میں ؛حصاة؛ کہتے ہیں اور یہ مؤنث ہے، ایک روایت میں "انه" ہے، اس صورت میں لفظ ؛الخذف؛ کا لحاظ رکھا گیا ہے، کیونکہ یہ لفظ مذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس روایت

میں بعد کی ضمیریں بھی مذکر لائی گئیں ہیں۔اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ کر اسے منع کیا اور اسے آپ ﷺ کی حدیث سنائی،لیکن وہ آدمی باز نہ آیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا،میں تم سے کلام نہیں کروں گا۔
لا تنکأ: علامت مضارع مفتوح،نون ساکن اور کاف مفتوح،وہ کنکر دشمن کو زخمی نہیں کر سکتی۔ **تفقأ**: علامت مضارع مفتوح،فاء ساکن اور قاف مفتوح،پھوڑ سکتی ہے۔

تشریح: بیکار بیٹھے چھوٹی چھوٹی کنکریاں ادھر ادھر پھینکتے رہنا،نہایت قبیح عمل ہے،کیونکہ اس عمل کے ذریعے کسی مسلمان بھائی کا چہرہ زخمی ہو سکتا ہے،آنکھ ضائع سکتی ہے اور دانت ٹوٹ سکتا ہے۔اس قسم کا عبث کام عموماً بچے کرتے ہیں کہ گھروں میں دیواروں،چھتوں اور گھروں میں لگے ہوئے درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے کو غلیل کے ذریعے پتھر مارتے ہیں،یہ پتھر اگر انسانوں کو لگ جائے تو اچھا خاصہ زخمی کر دیتا ہے اور پرندوں کو لگ جائے تو پرندوں کو جان سے مار دیتا ہے۔پرندوں کو جان سے مار دینا قابل مؤاخذہ عمل ہے۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جس نے چڑیا ناحق قتل کی،قیامت کے روز اس کی جواب طلبی ہوگی" آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ چڑیا کو قتل کرنے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"اسے ذبح کرنا۔" ظاہر ہے غلیل وغیرہ کے ساتھ شکار کرنے سے چڑیا اکثر مر جاتی ہے،اس لیے غلیل سے شکار کرنا درست نہیں،والدین اور انتظامیہ کا فرض ہے کہ ایسے بچوں کی سرزنش کریں۔

فقہی احکام: (۱) ہاتھوں یا غلیل کے ذریعے کنکریاں پھینکنا درست نہیں۔(۲) جانوروں کا شکار محض تفریح طبع کیلئے کرنا قابل مؤاخذہ جرم ہے۔
(۳) حدیث رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے سے معاشرتی ومعاشی بائیکاٹ کیا جائے۔

۱۳۴۳:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "لَا تَتَّخِذُوا شَيْئاً فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الصيد و الذ بائح،باب النهى عن صبر البهائم: ١٩٥٦ ، ١٩٥٧، الترمذی: ١٥١٨، النسائی: ٢٣٨/٧ ، ٢٣٩، ابن ماجة: ٣١٨٧، احمد: ٢٨٠/١، ابن حبان: ٥٦٠٨ ، ٥٦٠٩

۱۳۴۳:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" کسی ذی روح چیز پر نشانہ بازی مت سیکھو۔"

لغوی تحقیق: غرضا: غین اور راء مفتوح،اس کے لفظی معنی ہدف کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد کسی زندہ جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا ہے

تشریح: اسلام جس طرح انسانوں میں انسانوں کیلئے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے،اس طرح حیوانوں کے ساتھ بھی ہمدوری کا درس دیتا ہے۔کسی جاندار کو باندھ کر اسے نشانہ پختہ کرنے کا ذریعہ بنانا نہایت سفا کانہ عمل ہے،اس لیے رحمت عالم ﷺ نے اس عمل کی ممانعت فرمائی ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جانوروں کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا حرام ہے۔(۲) جانور کو باندھ کر اسے اس کے کسی جرم کی سزا دینا ممنوع ہے۔

۱۳۴۴:وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ ,فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ ,فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، كتاب الذ بائح والصيد، باب ذبيحة المرأة والامة: ٥٥٠٤، ابن ماجة: ٣١٨٢، احمد: ٤٥٤/٣، المؤطا: ٤٨٩/٢

۱۳۴۴:حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے پتھر سے بکری ذبح کر دی۔آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے کا حکم فرمایا۔(البخاری)

تشریح: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہماری بکریاں پہاڑ پر چر رہی تھیں،ہماری ایک لونڈی نے دیکھا کہ ایک بکری قریب

المرگ ہے، اس نے ایک پتھر توڑا اور اس تیز دھار پتھر سے وہ بکری ذبح کردی۔
فقہی احکام: (۱) کسی تیز دھار چیز سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ (۲) عورت کا ذبیحہ حلال ہے۔
(۳) قریب المرگ جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔

۱۳۴۵:وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ ﷺ عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ "مَا أَنْهَرَ الدَّمَ ,وَذُكِرَ اِسْمُ اَللَّهِ عَلَيْهِ ,فَكُلْ لَيْسَ اَلسِّنَّ وَالظُّفُرَ ; أَمَّا اَلسِّنُّ; فَعَظْمٌ; وَأَمَّا اَلظُّفُرُ فَمُدَى اَلْحَبَشَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب ذبيحة المرأة والامة: ۵۵۰۳ ، باب ماندَّ من البهائم......: ۵۵۰۹، مسلم: ۱۹۶۸ ، ابوداود: ۲۸۲۱، الترمذی: ۱۵۴۰، النسائی: ۲۲۶/۷، ابن ماجة: ۳۱۳۷، احمد: ۱۴۰/۴ ، ابن حبان: ۵۸۸۶، الطیالسی: ۹۶۳، عبدالرزاق: ۸۴۸۱، الحمیدی: ۴۱۱، الدارمی: ۸۴/۲، الطبرانی: ۴۳۹۴، ابن ابی شیبة: ۳۸۷/۵، ابن الجارود: ۸۹۵، البیهقی: ۲۴۶/۹

۱۳۴۵: حضرت رافع بن خدیج ﷺ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا": جو چیز خون بہادے اور اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو، وہ کھالو، لیکن وہ چیز ناخن یا دانت نہ ہو، دانت اس لیے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن اس لیے نہیں کہ وہ حبشیوں کی چھری ہے۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: ما: شرطیہ یا موصولہ ہے۔ انھر: فعل ماضی معروف ہے، یعنی جو چیز کثرت سے خون بہادے۔ لیس: فعل ماضی ہے اور اس کا شمار ؛کان؛ کے کنبہ سے ہوتا ہے، لیکن یہاں یہ بمعنی "الا" استعمال ہوا ہے۔ السن: یہ لیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی دانت۔ الظفر: یہ لیس کی خبر کا معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کی جمع اظافر اور اظافیر آتی ہے یعنی ناخن۔ مدی: میم مضموم، یہ مدیة کی جمع ہے، چھری۔ الحبشة: یہ علاقہ افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے، عصر حاضر میں اسے ایتھوپیا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کا دارالخلافۃ "ادلیس ابابا" ہے۔ اس کے شمال میں ارٹیریا، مشرق اور جنوب میں صومالیہ اور مغرب میں سوڈان ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ استدلال لینا کہ بندوق اور پتھر کی چوٹ سے بھی خون بہہ نکلتا ہے، اس لیے بندوق اور غلیل سے مرا ہوا وہ شکار بھی جائز ہے جس کا خون بہہ چکا ہو۔ درست نہیں، کیونکہ حدیث کا سیاق یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں اس سے مراد شکار کرنا نہیں بلکہ ذبح کرنا ہے ، ذبح کیلئے کوئی بھی تیز دھار آلہ استعمال کیا جاسکتا ہے،، ماسوا ناخن اور دانت کے، ناخن اور دانت خواہ منہ اور ہاتھ کے ساتھ ملصق ہوں یا الگ ہوں۔ پھر یہ کسی انسان کے ہوں یا کسی اور مخلوق کے، کسی بھی حال میں ان سے ذبیحہ حلال نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ناخن اور دانت کے ذریعے ذبح کرنا درست نہیں خواہ ناخن اور دانت کتنے بھی تیز کیوں نہ ہوں۔ (۲) بھاگتے ہوئے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر تیر وغیرہ مارنے سے اس جانور کے جسم کا کوئی سا حصہ زخمی ہو جائے اور اس زخم سے خون بہنے کی وجہ سے وہ مر جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ بندوق کا بولٹ اگر تیز نوکدار ہو تو اس کا شکار بھی حلال ہے۔

۱۳۴۶:وَعَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِ اَللَّهِ ﷺ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ أَنْ يُقْتَلَ شَيْءٌ مِنَ اَلدَّوَابِّ صَبْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب النهی عن صبر البهائم: ۱۹۵۹ ، صحیح بخاری: ۵۵۱۳، ۵۵۱۴، ابن ماجة: ۳۱۸۸، احمد: ۳۱۸/۳ ، ۳۲۲ ، ۳۳۹، البیهقی: ۳۳۴/۹

۱۳۴۶: حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

تشریح: یہاں باندھ کر قتل کرنے سے مراد، انہیں باندھ کر نشانہ بازی کرنا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی احادیث کو باہمی ملانے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ جہاں تک جانور کو ذبح کرنے کیلئے باندھنا ہے تا کہ اسے

آسانی سے ذبح کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقہی احکام: جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا حرام ہے۔

۱۳۴۷:وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِنَّ اَللَّهَ كَتَبَ اَلْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ,فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا اَلْقِتْلَةَ ,وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا اَلذِّبْحَةَ ,وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ ,وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل: ۱۹۵۵، ابوداود: ۲۸۱۵، الترمذی: ۱۴۴۲، النسائی: ۷/۲۲۷، ابن ماجة: ۳۱۷۰، احمد: ۴/۱۲۳، ۱۲۴، ابن الجارود: ۸۹۹، البیھقی: ۸/۶۰، ابن حبان: ۵۸۸۳، ۵۸۸۴

۱۳۴۷: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر نرمی کرنا فرض کیا ہے، جب تم کسی دشمن یا مجرم کو قتل کرو تو اسے بے دردی سے قتل مت کرو، جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، آپ میں سے ہر ایک شخص کو چھری وغیرہ اچھی طرح تیز کر لینی چاہیے اور آرام سے ذبح کرنا چاہیے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **الاحسان:** یہ لفظ بمعنی عمدہ عمل اور بمعنی انعام مستعمل ہے۔ یہاں اس لفظ میں دونوں معانی مقصود ہیں، یعنی ذبح کرتے وقت اسلامی طریقہ ملحوظ رکھا جائے، اس سے مذبوحہ کو راحت میسر آئے گی اور یہ راحت ذبح کرنے والے کی طرف سے مذبوحہ کے لیے انعام ہوگا۔
القتلة: قاف مکسور اور تاء ساکن، یہ ذبحہ کا ہم وزن اور اس کا مترادف ہے۔ **یحد:** علامت مضارع مضموم، حاء مکسور اور دال مشدد، تیز کرنا۔
شفرته: شین مفتوح اور فاء ساکن، چوڑی چھری۔ **ولیرح:** یہ لام امر کی وجہ سے مجزوم ہے، اسے آرام پہنچاؤ۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جانور کو گرانے سے قبل چھری وغیرہ اچھی طرح تیز کر لی جائے اور ذبح کرتے وقت تیزی سے چھری جانور کے حلق پر چلائی جائے تا کہ اس کی شہ رگ آسانی سے کٹ جائے، **شہ رگ کاٹنے کے بعد جب خون بہنا بند ہو جائے اور وہ اچھی طرح ٹھنڈا ہو جائے تب حرام مغز (spinal cord) کو کاٹا جائے اور کھال اتارنے کا آغاز کیا جائے۔** ایک حدیث میں ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کی جائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح نہ کیا جائے۔

۱۳۴۸:وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "ذَكَاةُ اَلْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، کتاب الذبائح، باب ذکر البیان بان الجنین اذا ذکیت امه حل اکله: ۵۸۸۹، احمد: ۳/۳۱، ۳۹، ابوداود: ۲۸۲۷، ۲۸۲۸، الترمذی: ۱۵۱۹، ابن ماجة: ۳۱۹۹، ابن الجارود: ۹۰۰، الدارقطنی: ۴/۲۷۳، ۲۷۴، البیھقی: ۹/۳۳۵، عبدالرزاق: ۸۶۵۰، ابو یعلیٰ: ۹۹۲، بیان الوھم والایھام: ۹۴۵، ۱۳۷۳، ۱۸۶۰

۱۳۴۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ماں کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ والا بچہ بھی ذبح تصور ہوگا۔" (اسے احمد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **ذکاۃ الجنین:** یہ مبتداء ہے اور مابعد اس کی خبر ہے۔ **ذکاۃ:** کے لفظی معنی کسی عمل کے مکمل ہونے کے ہیں، یہاں اس سے مراد عمل ذبح ہے۔ **الجنین:** اس کے لغوی معنی پوشیدہ کے ہیں، یہاں اس سے مراد وہ بچہ ہے جو جانور کے پیٹ میں ہو۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے۔ بعض طرق ضعیف اور بعض حسن ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی شاہد بھی ہے۔ اس شاہد روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن دقیق العید، امام ابن قطان اور امام عراقی نے جمیع طرق کے پیش نظر اسے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے

یہ واضح ہوا کہ حاملہ مذبوحہ جانور کے پیٹ سے اگر مردہ بچہ نکلا تو اسے ذبح تصور کیا جائے گا، لیکن اگر بچہ زندہ نکلا تو پھر ماں کا ذبح اس کیلئے کافی نہ ہو گا، چنانچہ وہ بچہ اگر چند سانس لینے کے بعد مر گیا تو اس کا کھانا درست نہیں ہوگا۔

۱۳۴۹:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " اَلْمُسْلِمُ يَكْفِيهِ اِسْمُهُ ,فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يُسَمِّيَ حِينَ يَذْبَحُ ,فَلْيُسَمِّ ,ثُمَّ لِيَأْكُلْ" أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَفِي إِسْنَادِهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بنِ سِنَانٍ ,وَهُوَ صَدُوقٌ ضَعِيفُ اَلْحِفْظِ وَأَخْرَجَهُ عَبْدُ اَلرَّزَّاقِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَى اِبْنِ عَبَّاسٍ ,مَوْقُوفًا عَلَيْهِ.

الد ارقطنی، باب الصید والذ بائح : ۲۹۶/۴، البیہقی: ۲۳۹/۹، عبدالرزاق: ۸۵۳۸، الاحکام الوسطی: ۱۰۴/۷، بیان الوھم والایھام: ۵۸۰/۳

۱۳۴۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو اس کا نام ہی کافی ہے، اگر وہ ذبح کرتے وقت اس کا نام لینا بھول جائے تو بسم اللہ پڑھ لے۔" (اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں محمد بن یزید بن سنان ہے اور وہ صدوق ہے، لیکن اس کا حافظہ کمزور ہے۔ اور عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک موقوف روایت صحیح سند سے نقل کی ہے۔)

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے منقول ہے۔ مرفوع روایت محمد بن یزید بن سنان اور معقل بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ محمد بن یزید بن سنان اگرچہ صدوق ہیں لیکن اس کی قوت یادداشت اچھی نہیں اور معقل بن عبیداللہ اگرچہ رجال مسلم میں سے ہیں، لیکن اس نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے اور اس سے خطا کا صدور اور مقامات پر بھی ہوا ہے۔ تاہم ابن سکن اور ابن قطان نے اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے اور عبدالحق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ موقوف طریق صحیح ہے، یہ روایت اگرچہ سنداً موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ صحابی اپنی رائے سے حلت وحرمت کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ (۲) مسلمان اگر ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ (۳) کھانا کھانے کے آغاز میں بھی ضرور پڑھی جائے۔

۱۳۵۰:وَلَهُ شَاهِدٌ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ فِي مَرَاسِيلِهِ بِلَفْظِ "ذَبِيحَةُ اَلْمُسْلِمِ حَلَالٌ ,ذَكَرَ اِسْمَ اَللَّهِ عَلَيْهَا أَوْ لَمْ يَذْكُرْ" وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ

مراسیل ابی داؤد: ۳۴۱، نصب الرایۃ: ۱۸۲/۴، ۱۸۳

۱۳۵۰: امام ابوداؤد نے اس کی شاہد روایت المراسیل میں ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ "ہر مسلم کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ اس نے بسم اللہ پڑھی یا نہیں پڑھی۔" اس کے رواۃ کی توثیق بیان کی گئی ہے۔

تشریح: اس روایت کے رواۃ اگرچہ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے متکلم فیہ ہے، لیکن سابقہ روایت کی تقویت کا ذریعہ ضرور ہے

۳۔ بَابُ الْاَضَاحِيِّ قربانی کے مسائل

۱۳۵۱: عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ,أَقْرَنَيْنِ ,وَيُسَمِّي ,وَيُكَبِّرُ ,وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا. وَفِي لَفْظٍ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَفِي لَفْظٍ، سَمِينَيْنِ .وَلِأَبِي عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهِ، ثَمِينَيْنِ بِالْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ اَلسِّين . وَفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ, وَيَقُولُ بِسْمِ اَللَّهِ وَاَللَّهُ أَكْبَرُ.

البخاری، کتاب الاضاحی، باب التکبیر عندالذبح: ۵۵۶۵، مسلم: ۱۹۶۶، ابوداود: ۲۷۹۴، الترمذی: ۱۴۹۴، النسائی: ۲۲۰/۷،

ابن ماجة: ۳۱۲۰، ۳۱۵۵، احمد: ۱۱۵/۳، ۱۷۰، ۱۸۳، ۲۲۲، الدارمی: ۱۹۴۵، ابن الجارود: ۹۰۲، ۹۰۹، ابن حبان: ۵۹۰۰، الدارقطنی: ۲۸۵/۴، البیهقی: ۲۵۹/۹

۱۳۵۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو چت کبرے، سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے اور ذبح کرتے وقت **بسم الله و الله اکبر** کہا اور ان کے پہلوؤں پر اپنا قدم مبارک رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کو اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ دونوں موٹے تازے تھے۔ صحیح ابوعوانہ میں ثمینین (دونوں قیمتی تھے) سین کی جگہ ثاء ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ **بسم الله و الله اکبر** پڑھتے۔

لغوی تحقیق: **الاضاحی**: یاء مشدد، یہ **اضحیة** کی جمع ہے، ہمزہ کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ **ضحیة** بھی مستعمل ہے اور اس کی جمع **ضحایا** آتی ہے۔ **کبشین**: کاف مفتوح اور باء ساکن، یہ کبش کا تثنیہ ہے، دو مینڈھے۔ **املحین**: یہ **املح** کا تثنیہ ہے جن کی سفیدی سیاہی سے زیادہ ہو۔ **اقرنین**: یہ **قرن** کا تثنیہ ہے، دو سینگ۔ **صفاحهما**: یہ **صفحة** کی جمع ہے۔ اس کے لفظی معنی پہلو کے ہیں، یہاں اس سے مراد گردن ہے۔ **سمینین**: یہ **سمین** کا تثنیہ ہے، موٹے تازے۔ **ثمینین**: یہ **ثمین** کا تثنیہ ہے، قیمتی۔

فقہی احکام: (۱) سینگوں والا مینڈھا قربان کرنا افضل ہے۔ (۲) قربانی کا جانور موٹا تازہ ہو تو بہتر ہے۔ (۳) قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے تاہم کسی دوسرے سے بھی ذبح کروایا جا سکتا ہے۔ (۴) قربانی کرتے وقت جانور کی گردن پر پاؤں رکھ لینا چاہیے۔ (۵) قربانی کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا مسنون ہے۔

۱۳۵۲: وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ ﷺ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ, يَطَأُ فِي سَوَادٍ, وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ, وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ ; لِيُضَحِّيَ بِهِ, فَقَالَ "اِشْحَذِي الْمُدْيَةَ" ثُمَّ أَخَذَهَا فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ وَقَالَ "بِسْمِ اَللَّهِ اَللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ"

مسلم، كتاب الاضاحی، باب استحباب الضحية وذبحها مباشرة بلا توكيل و التسمية و التكبير: ۱۹۶۷، ابوداود: ۲۷۹۲، احمد: ۷۸/۶

۱۳۵۲: امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سینگوں والا ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں، چنانچہ ویسا ہی لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اسے قربان کریں، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "چھری تیز کرو۔" پھر آپ ﷺ نے وہ چھری لی، اسے لٹایا، پھر اسے ذبح کرتے وقت فرمایا: "اللہ کے نام سے، اے اللہ! قبول فرما محمد (ﷺ) آل محمد (ﷺ) اور محمد (ﷺ) کی امت کی طرف سے۔"

لغوی تحقیق: **یطأ فی سواد**: سیاہی میں چلتا ہو، یعنی اس کی ٹانگیں سیاہ ہوں۔ **یبرک فی سواد**: سیاہی میں بیٹھتا ہو، یعنی اس کا پیٹ سیاہ ہو۔ **ینظر فی سواد**: سیاہی میں دیکھتا ہو، یعنی اس کی دونوں آنکھوں کے حلقے سیاہ ہوں۔ **المدیة**: میم مضموم اور دال ساکن، چوڑی چھری۔ **اشحذیھا**: اسے تیز کرو۔

تشریح: قربانی کے مشروع ہونے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے، البتہ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں کہ یہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ؟ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ واجب ہے اور اکثر علما اسے سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک اونٹ کرنا افضل قربانی ہے، اس کے بعد گائے، پھر مینڈھا اور بکرا ہے۔

فقہی احکام: (۱) سیاہ ٹانگوں، سیاہ پیٹ اور سیاہ آنکھوں والا مینڈھا قربان کرنا مستحسن ہے۔ (۲) قربانی کا جانور خوبصورت اور موٹا تازہ ہونا چاہیے۔ (۳) قربانی کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے، پھر یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے اور میرے اہل کی

طرف سے قبول فرما۔اس کے بعد ذبح کرنا چاہیے۔(۴) قربانی میت کی طرف سے بھی کی جاسکتی ہے،تاہم میت کی طرف سے کوئی اور صدقہ کرنا افضل ہے۔

۱۳۵۳:وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ ,فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَابْنُ مَاجَه ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ ,لَكِنْ رَجَّحَ اَلْأَئِمَّةُ غَيْرُهُ وَقْفَهُ.

ابن ماجة، ابواب الاضاحی، باب الاضاحی واجبة هی ام لا: ۳۱۲۳، احمد: ۳۲۱/۲، الحاکم: ۲۳۱/۴ ، ۲۳۲، الدارقطنی: ۲۷۷/۴، البیهقی: ۲۶۰/۹ (۱۹۵۴۱)

۱۳۵۳:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جوشخص طاقت کے باوجود قربانی نہ کرے،وہ ہماری عیدگاہ کے قریب مت جائے۔"(اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے،لیکن دیگر ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: سعة:سین اور عین مفتوح، یہ اصل میں وسع تھا،واؤ حذف کر کے اس کے بدلے میں آخر میں تاء لے آئے،فراخی،کشادگی اور طاقت۔ مصلانا:نماز کی جگہ، یہاں اس سے مراد عیدگاہ ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو فتح الباری میں درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں تاہم اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور اس کا موقوف ہونا اقرب الی الصواب ہے۔مرفوع طریق میں بظاہر تو کوئی علت نظر نہیں آرہی لیکن چونکہ جو محدثین شناخت حدیث میں یدطولیٰ رکھتے ہیں اور انہوں نے اس کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے،ان کا ایسا کہنا یقیناً کسی علت کے مخفی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اس روایت کو بعض شواہدات کی تائید بھی حاصل ہے۔لیکن وہ شواہدات چنداں مفید نہیں، کیونکہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث،عطیہ کی وجہ سے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث،ابوحمزہ الثمالی کی وجہ سے ضعیف ہیں۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت عمرو بن خالد واسطی کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے،جبکہ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"تین عمل مجھ پر فرض اور تمہارے لیے سنت ہیں(۱) قربانی(۲) وتر(۳) فجر کی دوسنتیں۔

فقہی احکام: (۱) قربانی سنت مؤکدہ ہے۔

۱۳۵۴:وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ شَهِدْتُ اَلْأَضْحَى مَعَ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ بِالنَّاسِ ,نَظَرَ إِلَى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ, فَقَالَ "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَلصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا ,وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اَللَّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة اعاد: ۵۵۶۲، مسلم: ۱۹۶۰، النسائی: ۲۲۴/۷، ابن ماجة: ۳۱۵۲، احمد: ۳۱۲/۴، ۳۱۳، الطبرانی: ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، البیهقی: ۲۶۲/۹ ، ۲۷۷، ابن حبان: ۵۹۱۱ ـ ۵۹۱۳، المعجم الاوسط: ۹۱۴۵

۱۳۵۴:حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عیدالاضحیٰ کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا،آپ ﷺ نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھانے کے بعد ایک ذبح شدہ بکری دیکھی تو فرمایا:"جس نے نماز سے قبل قربانی کی،وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے،اور جس نے قربانی نہیں کی وہ اللہ کا نام لے کر قربانی کرے۔"(بخاری ومسلم)

تشریح: قربانی کرنے کا وقت عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور جو شخص نماز عید سے قبل قربانی کرے،اس کی قربانی نہ ہوگی،اسے اس کی جگہ ایک دوسرا جانور قربان کرنا ہوگا۔اس حدیث میں تو اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ عید کی نماز سے قبل کس صحابی نے کس وجہ سے قربانی کی تھی، لیکن حضرت عویمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا کیا تھا اور آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا تھا۔حضرت براء بن عازب

اورحضرت ابوحثمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایات میں یہ صراحت ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قبل از صلاۃ قربانی کی تھی، آپ ﷺ نے انہیں اس کی جگہ ایک دوسرا جانور قربان کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اب میرے پاس فقط ایک کھیرا جانور ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں کھیرا جانور کرنے کی خصوصی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ "تیرے بعد کسی کیلئے یہ رخصت نہیں۔"

فقہی احکام: (۱) قربانی کا ابتدائی وقت بعد از صلاۃ ہے۔ (۲) گاؤں یا شہر سے دور دراز رہنے والا جس کیلئے عید کی نماز میں شامل ہونا ممکن نہیں وہ عید کی نماز کا وقت گزرنے پر قربانی کرسکتا ہے۔ (۳) قربانی عید کا خطبہ سننے سے قبل بھی کی جاسکتی ہے۔ (۴) قربانی کا آخری وقت تیرہ ذی الحجۃ کے غروب آفتاب تک ہے۔

۱۳۵۵:وَعَنِ اَلْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فَقَالَ "أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي اَلضَّحَايَا اَلْعَوْرَاءُ اَلْبَيِّنُ عَوَرُهَا, وَالْمَرِيضَةُ اَلْبَيِّنُ مَرَضُهَا ,وَالْعَرْجَاءُ اَلْبَيِّنُ ظَلَعُهَا وَالْكَسِيرَةُ اَلَّتِي لَا تُنْقِي" رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ

ابوداود، كتاب الضحايا، باب مايكره من الضحايا: ۲۸۰۲، الترمذی: ۱۴۹۷، النسائی: ۷/۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ابن ماجة: ۳۱۴۴، المؤطا: ۲/۴۸۲، احمد: ۴/۲۸۴، ۲۸۹، ۳۰۰، ۳۰۱، الدارمی: ۱۹۴۹، ابن حبان: ۵۹۱۹، ۵۹۲۲، الحاکم: ۴/۲۲۳، ابن الجارود: ۹۰۷، البیهقی: ۹/۲۷۴

تنبیہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی بعض طرق میں ؛الکبیرۃ ؛بعض میں ؛الکسیرۃ؛ اور بعض میں ؛العجفاء؛ ہے مقدم الذکر کا معنی بوڑھا، درمیانے کا معنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ والا، اور آخری کا معنی کمزور ہے۔

۱۳۵۵: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: "چار قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں۔ یک چشم جانور جس کا یک چشم ہونا واضح ہو، ایسا بیمار جس کا بیمار ہونا عیاں ہو، ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو اور ایسا بوڑھا جس کی ہڈیوں میں مخ نہ ہو۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا، ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **العوراء:** ایسا جانور جس کی ایک آنکھ کی بینائی نہ ہو۔ **البین عورھا:** عین اور واؤ مفتوح، ایسا جانور جس کا کانا پن بالکل نمایاں ہو۔ **العرجاء:** عین مفتوح اور راء ساکن، جس کی ایک ٹانگ میں پیدائشی طور پر یا کسی عارضہ کی وجہ سے نمایاں لنگڑا پن ہو، اور وہ اس کی وجہ سے اپنے ہم جنس جانوروں کے ساتھ مل کر چلنے پر قادر نہ ہو۔ **لا تنقی:** علامت مضارع مضموم، نون ساکن، قاف مکسور، ایسا جانور جس کی ہڈیوں میں مخ نہ ہو

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس جانور میں چار یا چاروں میں سے ایک یا ایک سے زائد عیوب پائے جائیں گے اسے قربان کرنا درست نہیں اور اگر کوئی قربان کردے گا تو اس کیلئے وہ کافی نہیں ہوگا۔ ان چار عیوب سے مراد فقط بعینہٖ یہی چار عیوب نہیں بلکہ وہ عیوب بھی ہیں جو ان عیوب سے بھی زیادہ واضح ہوں گے مثلاً وہ جانور جو دونوں آنکھوں سے محروم ہے اس کی قربانی بھی ناکافی ہوگی، اور جو جانور ایک سے زائد ٹانگوں سے محروم ہے اس کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔ درج بالا عیوب جس طرح قربانی کیلئے مانع ہیں اسی طرح ھدی اور عقیقہ وغیرہما کیلئے بھی مانع ہیں

فقہی احکام: (۱) ایسا جانور جو کانا، اندھا، لنگڑا، بیمار، انتہائی لاغر اور بہت زیادہ بوڑھا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

(۲) معمولی نقص والے جانور کی قربانی درست ہے۔

۱۳۵۶:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً ,إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ اَلضَّأْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الاضاحی، باب سن الاضحية: ۱۹۶۳، ابوداود: ۲۷۹۷، النسائی: ۷/۲۱۸، ابن ماجة: ۳۱۴۱، احمد: ۳/۳۱۲،

۳۲۷، ابن الجارود: ۹۰۴، البیھقی: ۲۶۹/۹

۱۳۵۶:حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" دوندے کے سوا کوئی جانور مت قربان کرو، ہاں اگر وہ میسر نہ ہو تو پھر ایک سال کا دنبہ کرو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: مسنة: میم مفتوح، سین مکسور اور نون مشدد، جس کے سامنے کے دو دانت گرے ہوئے ہوں۔ الجزع: جوان، بعض کا خیال ہے کہ دنبہ اور مینڈھا چھ ماہ کا جزع ہوتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سال کا ہوتا ہے۔ راجح یہی ہے کہ ایک سال کا ہوتا ہے، اونٹ پانچ سال کا، گائے، بھینس دو سال کی جوان (جزع) ہوتی ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ قربانی کے جانوروں میں عمر معتبر نہیں، بلکہ دانت معتبر ہیں، یعنی قربانی کے جانور کی کم از کم عمر اس کا دو دانت ہونا ہے۔ یعنی جو جانور دودھ کے سامنے والے دو دانت گرا دے، جانوروں میں عموماً جب دودھ کے سامنے والے دو دانت گرتے ہیں تو ساتھ ہی ان کی جگہ دوسرے دو دانت نکل آتے ہیں۔ دودھ کے دانت باریک اور ان کی جگہ لینے والے دانت چوڑے ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ اگر بکرا، بکری، گائے، بیل، بھینسا، اونٹ، اونٹنی دو دانت کے میسر نہ آئیں یعنی خریدنے کی استطاعت نہ ہو، یا ان کا ویسے فقدان ہو تو پھر ایک سال کا مینڈھا اور دنبہ قربان کیا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) قربانی کا جانور دوندا ہونا ضروری ہے۔ البتہ چار دانت والا بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔ (۲) ایسا جانور جس کے دانت کبر سنی کی وجہ سے گر گئے ہوں اسے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ (۴) دوندا اگر میسر نہ آئے تو پھر مینڈھا اور دنبہ ایک سال کا کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۵۷:وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ أَنْ نَسْتَشْرِفَ اَلْعَيْنَ وَالْأُذُنَ ,وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ ,وَلَا مُقَابَلَةٍ ,وَلَا مُدَابَرَةٍ, وَلَا خَرْقَاءَ ,وَلَا ثَرْمَاءَ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب الاضاحی، باب مایکرہ من الضحایا: ۲۸۰۴، الترمذی: ۱۵۴۸، النسائی: ۲۱۶/۷، ابن ماجة: ۳۱۴۲، احمد: ۸۰/۱، ۱۰۵، ۱۰۸، الدارمی: ۱۹۵۲، ابن الجارود: ۹۰۶، ابن حبان: ۵۹۲۰، الحاکم: ۲۲۴/۴، ۲۲۵، البیھقی: ۲۷۵/۹، ابن خزیمة: ۲۹۱۴، ۲۹۱۵، ابو یعلیٰ: ۳۳۳

۱۳۵۷:حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور ہم نہ تو یک چشم کی قربانی کریں اور نہ کان کٹے کی خواہ کان سامنے سے کٹا ہو یا پیچھے سے یا درمیان سے کٹا ہو اور نہ ایسا بوڑھا ہو جس کے دانت گر چکے ہوں۔ (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ان نستشرف: خوب غور سے دیکھنا۔ مقابلة: ایسی بکری جس کے کان سامنے سے کٹے ہوں۔ مدابرة: جس کے کان پیچھے سے کٹے ہوں۔ خرقاء: جس کے کان کے درمیان میں سوراخ ہو۔ ثرماء: جس کے سامنے کے دانت بوڑھا ہونے کی وجہ سے گر جائیں۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق مفصل ہیں اور بعض مختصر ہیں۔ امام ابن حبان اور ابن خزیمہ نے جس طریق کو صحیح کہا ہے وہ مختصر ہے، یعنی ان میں فقط اتنی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آنکھ اور کان خوب غور سے دیکھنے کا حکم فرمایا۔ شاید اسی بنا پر کان کٹے کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں بعض کا خیال ہے کہ اگر کان نصف یا اس سے زائد کٹا ہو تو پھر قربانی جائز نہ ہوگی بعض کا کہنا ہے کہ اگر ایک تہائی یا اس سے کم کٹا ہو تو پھر درست ہے اگر اس سے زائد ہو تو پھر جائز نہیں۔

فقہی احکام: (۱) کان کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ کانٹے وغیرہ کا چیرا یا سوراخ عیب میں شامل نہیں۔ (۲) بوڑھا ہونے کی وجہ سے

دانت گرنا عیب ہے۔ (۳) سینگ کٹا یا معمولی ٹوٹا ہونا عیب نہیں، البتہ ان سے بھی پاک ہو تو بہتر ہے۔

۱۳۵۸: وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ أَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ أَقْسِمَ لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا عَلَى الْمَسَاكِينِ ,وَلَا أُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب الحج، باب لا يعطى الجزار من الهدى شيئاً: ۱۷۱٦، مسلم: ۱۳۱۷، ابوداود: ۱۷٦۹، ابن ماجة: ۳۰۹۹، ۳۱۵۷، احمد: ۱/۱۲۳، الدارمی: ۱۹۴۰، ابن الجارود: ۴۸۲، ۴۸۳، البیهقی: ۲۹۴/۹

۱۳۵۸: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں، ان کا گوشت، چمڑا اور ان کے جل مساکین میں تقسیم کردوں، اور قصاب کو اس (گوشت، کھال اور جل) میں سے کچھ بھی (بطور اجرت) نہ دوں۔ بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: بدن: باء مضموم، دال ساکن، اس کا اطلاق گائے اور اونٹ دونوں پر ہوتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد فقط اونٹ ہیں اور وہ آپ ﷺ کی قربانی کے اونٹ تھے۔ جلال: اونٹوں کو سردی سے بچانے کیلئے ان پر جو کپڑا ڈالا جاتا ہے اسے جل کہتے ہیں۔

تشریح: آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے تھے، یہ وہ اونٹ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے۔

فقہی احکام: (۱) ایک سے زائد جانور بھی قربان کیے جاسکتے ہیں۔ (۲) قربانی کے جانور کو کسی اور سے بھی ذبح کروایا جاسکتا ہے۔ (۳) قربانی کے جانور کا گوشت تقسیم کرنے کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد بھی کی جاسکتی ہے۔ (۴) قربانی کے جانور کا جل اور اس کی رسی وغیرہ بھی تقسیم کرنا ضروری ہے۔ (۵) قصاب کو بطور اجرت کھال یا گوشت دینا جائز نہیں، البتہ اگر وہ مسکین ہو تو پھر اسے مسکین ہونے کے ناطے دیا جاسکتا ہے۔ (٦) قصاب کو اس کی اجرت اپنی طرف سے دینی چاہیے۔

۱۳۵۹: وَعَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِم

مسلم، كتاب الحج، باب الاشتراك فى الهدى و اجزاء البقرة: ۱۳۱۸، ابوداود: ۲۸۰۹، الترمذی: ۹۱۲، ابن ماجة: ۳۱۳۲، احمد: ۳٦٦/۴، الدارمی: ۱۹۵۵، البیهقی: ۲۹۵/۹، ابن حبان: ۴۰۰٦

۱۳۵۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اونٹ اور گائے سات، سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیے۔ (مسلم)

تشریح: آپ ﷺ ٦ھ میں عمرہ کی نیت سے نکلے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے کر گئے تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ قریش مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا، اور اسی مقام پر صلح کا عمل مکمل ہوا، جس کی روشنی میں مسلمانوں کو بغیر عمرہ ادا کیے واپس آنا پڑا، اس موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ھدی قربان کردیں۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے قربان کیا جائے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، اسی دوران قربانی کا دن آ گیا تو ہم نے اپنے سات آدمیوں کی طرف سے گائے اور دس افراد کی طرف سے اونٹ قربان کیا۔ ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے، لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے مابین مطابقت کی صورتیں موجود ہیں۔ (۱) بعض علما کا کہنا ہے کہ ھدی میں سات افراد سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے، خواہ وہ ھدی اونٹ ہو یا گائے اور قربانی میں دس شریک ہو سکتے ہیں۔ (۲) اگر مسلم کی روایت کو راجح قرار دیں جیسا کہ امام بیہقی نے دیا ہے تو پھر سرے سے تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فقہی احکام: عمرہ کرنے کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے، مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ قربانی کا جانور ساتھ لیکر جایا جائے۔

۴۔ بَابُ الْعَقِيْقَةِ عقیقہ کا بیان

۱۳۶۰: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَّ عَنْ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ ,وَعَبْدُ الْحَقِّ لَكِنْ رَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة: ۲۸۴۱، النسائی: ۷/ ۱۶۵، ۱۶۶، ابن الجارود: ۹۱۱، الاحکام الوسطی: ۷/ ۱۱۲، ابن حبان: ۵۳۰۹، ۵۳۱۳، عبدالرزاق: ۷۹۶۲، ۷۹۶۳، ابو یعلیٰ: ۲۹۴۵، الطبرانی: ۱۱۸۳۸، احمد: ۵/ ۳۳۵، ۳۱/۶، ۱۵۸، الترمذی: ۱۵۶۵، ابن ابی شیبة: ۸/ ۲۳۹، ابن ماجة: ۳۱۶۳، الحاکم: ۴/ ۲۳۷، البیهقی: ۲۹۹/۹، المجمع: ۴/ ۵۷، مسند شافعی: ۴۱۴، المعجم الاوسط: ۱۸۳۹، ۴۸۷۹، ۸۰۱۴، الطیالسی: ۹۰۹

۱۳۶۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے سے کیا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا، ابن خزیمہ، ابن الجارود اور عبدالحق نے اسے صحیح کہا ہے، لیکن ابوحاتم نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **العقیقة:** عقیقہ اصل میں وہ بال ہیں جو نومولود بچے/ بچی کے سر پر ہوتے، چونکہ جس روز سر کے بال کٹوائے جاتے ہیں اسی روز جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس لیے ذبیحہ کو ہی عقیقہ سے موسوم کر دیا گیا۔ **کبشا کبشا** :ان کا نصب دو وجہ سے ہے۔(۱) حرف جر محذوف ہونے کی وجہ سے۔(۲) عق بمعنی ذبح ہونے کی صورت میں، یہ دونوں ذبح کے مفعول بہ ہوں گے۔

تشریح: ابن خزیمہ، ابن الجارود، عبدالحق اور ابن دقیق العید نے مرفوع طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس مفہوم کی مرفوع حدیث فقط عبداللہ بن عباس ہی بیان نہیں کرتے، بلکہ حضرت عائشہ، حضرت بریدہ، حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع روایت کو امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ابن سکن نے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کو مؤلف رحمہ اللہ نے مسلم کی شروط کے موافق قرار دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو صحیح کے رواۃ کہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے تمام رواۃ صحیح مسلم کے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے رواۃ بھی ثقہ ہیں۔ ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ امام ابوحاتم کا اس روایت کو مرسل قرار دینا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ایک ایک مینڈھے کا ذکر ہے جبکہ ابوداؤد اور نسائی میں مروی حدیث میں دو دو مینڈھوں کا ذکر ہے۔ حضرت ام کرز، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان دونوں کے ختنے ساتویں روز کیے۔

فقہی احکام: (۱) عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔(۲) نانا اپنے نواسوں کا عقیقہ کر سکتا ہے۔

۱۳۶۱: وَأَخْرَجَ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ نَحْوَه.

ابن حبان، کتاب الاطعمة، باب العقیقة: ۵۳۰۹، ابو یعلیٰ: ۲۹۴۵

۱۳۶۱: ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

۱۳۶۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُمْ ; أَنْ يُعَقَّ عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ ,وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

الترمذی، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی العقیقة: ۱۵۱۵، ابن ماجة: ۳۱۶۳، احمد: ۱۵۸/۶، ابن حبان: ۵۳۱۰ ـ ۵۳۱۳، الحاکم: ۲۳۷/۴، ۲۳۸، البیھقی: ۳۰۱/۹، ابن ابی شیبة: ۲۳۹/۸، عبدالرزاق: ۷۹۵۵، ۷۹۵۶

۱۳۶۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ کریں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت ام کرز، حضرت اسماء بنت یزید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: لڑکے کا عقیقہ دو بکروں اور لڑکی کا عقیقہ ایک بکرے سے کیا جائے۔

۱۳۶۳: وَأَخْرَجَ احمد و الاربعة عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ رضی اللہ عنہا نَحْوَهُ.

ابوداود، کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة: ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، الترمذی: ۱۵۱۶، النسائی: ۱۶۵/۷، ابن ماجة: ۳۱۶۲، احمد: ۳۸۱/۶، الدارمی: ۱۹۶۶، ۱۹۶۸، ابن حبان: ۵۳۱۳، الحاکم: ۲۳۷/۴، البیھقی: ۳۰۰/۹، ۳۰۱، الطبرانی: ۴۰۵/۲۵، عبدالرزاق: ۷۹۵۳

۱۳۶۳: احمد اور چاروں نے حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی مثل روایت بیان کی ہے۔

۱۳۶۴: وَعَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ ,تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ ,وَيُحْلَقُ ,وَيُسَمَّى" رَوَاهُ احمد و الاربعة ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة: ۲۸۳۸، الترمذی: ۱۵۲۹، النسائی: ۱۶۶/۷، ابن ماجة: ۳۱۶۵، احمد: ۷/۵، ۸، الدارمی: ۱۹۶۹، ابن الجارود: ۹۱۰، الطیالسی: ۹۰۹، الحاکم: ۲۳۷/۴، البیھقی: ۲۹۹/۹، المعجم الاوسط: ۴۸۷۹، ۶۷۰۴

۱۳۶۴: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، چنانچہ اس کی طرف سے ساتویں روز عقیقہ کیا جائے اسی روز اس کے بال اتارے جائیں اور نام رکھا جائے۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: مرتھن: امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے مفہوم میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس کا سب سے عمدہ مفہوم امام احمد نے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں، اس کا تعلق روز قیامت سفارش کرنے سے ہے جو بچہ عہد طفولیت میں فوت ہو جائے اور اس کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے والدین کیلئے سفارش نہیں کرے گا۔

تشریح: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حضرت حسن بصری نقل کرتے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ حسن بصری نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث عقیقہ سنی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے، چنانچہ اس حدیث کو امام ترمذی کے علاوہ امام بخاری، امام حاکم اور حافظ عبدالحق نے بھی صحیح کہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ختنے ساتویں روز کیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ عقیقہ ساتویں روز یا چودھویں روز یا اکیسویں روز کیا جائے۔ یہ روایت اسماعیل بن مسلم اور قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی ساتویں روز نام رکھنے کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: (۱) عقیقہ اگرچہ واجب نہیں تاہم اس کا کرنا نہایت ضروری ہے۔ (۲) عقیقہ ساتویں روز کرنا مسنون ہے۔ (۳) اسی روز نام رکھا جائے اور بال اتارے جائیں اور اسی روز ختنے کیے جائیں۔